✿✿✿ تقریر ✿✿✿

تقریر بابت مسیح موعودؑ
وقت 5-7 منٹ

حضرت مسیح موعودؑ کی احباب جماعت کو نصائح

(ملفوظات جلد 2 ایڈیشن 1984ء)

(تقریر نمبر 6)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران:32)

اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب

سامعین کرام! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ ملفوظات کی دس جلدوں میں ذاتی اصلاح اور احباب جماعت کی تعلیم و تربیت و اصلاحِ احوال کے لئے بہت قیمتی نصائح موجود ہیں۔ آج سے ملفوظات جلد دوم کے ایڈیشن 1984ء سے چند اہم اور قیمتی نصائح پیش کرنے کا سلسلہ شروع کر رہا ہوں۔ آج کی تقریر ملفوظات جلد دوم میں بیان نصائح کی چھٹی تقریر ہے۔

اچھی زندگی

حضورؑ فرماتے ہیں:

”اچھی زندگی وہ ہے جو عُمدہ ہو اگرچہ تھوڑی ہو۔ حضرت نوحؑ کے مقابلہ میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عُمر بہت تھوڑی تھی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عُمر نہایت مُفید تھی۔ تھوڑے سے عرصہ میں آپؐ نے بڑے بڑے مُفید کام کئے۔ انبیاءؑ کے اقوال میں ایک اثر ہوتا ہے۔ وہ اپنے ساتھ قوّتِ قدسیہ رکھتے ہیں۔ قوّت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے زیادہ تھی۔ ایک آدمی کو راہ پر لانا کیسا مشکل ہوتا ہے۔ مگر آنحضرتؐ کے طفیل کروڑوں آدمی راہ پر آ گئے۔ اس وقت دنیا میں تمام مذاہب کے مقابلہ پر سب سے زیادہ تعداد مسلمانوں کی ہے۔ بعض جغرافیہ والوں نے مسلمانوں کی تعداد کم لکھی ہے۔ مگر محققین نے بڑے بڑے ثبوت دے کر اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔

کسی بات کا اثر دو طرح پر قائم رہتا ہے۔ اعتقاداً و عملاً۔ اعتقادی طور پر سارے مسلمان کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پر قائم ہیں اور عملی طور پر مثلاً سُور نہ کھانا تمام مسلمانوں میں خواہ وہ کسی فرقہ یا مُلک کے ہوں سب میں نہایت قوّت کے ساتھ اُس پر عمل ہوتا ہے۔ بدی کے ارتکاب میں سے جُھوٹ بولنا سب سے زیادہ آسان اور جلدی ہو سکنے والا ہے۔ کیونکہ زنا، چوری وغیرہ کے واسطے قوت، مال، ہمت، دلیری چاہیئے۔ مگر جھوٹ کے واسطے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ صرف زبان ہلا دینی پڑتی ہے۔ باوجود اس کے صحابہؓ میں جھوٹ ثابت نہیں۔ آنحضرتؐ کے اصحاب میں سے کسی نے بھی جھوٹ نہیں بولا۔ دیکھو! کتنا بڑا اثر ہے۔ لیکن اس کے مقابل حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں میں دیکھو۔ اپنے نبی کا عین اس کی گرفتاری کے وقت انکار کر دیا۔ ایک نے تیس روپے لے کر اُس کو پکڑوا دیا۔ ایک حواری کہتا ہے کہ مسیح نے ایسے نشان دکھائے کہ اگر لکھے

جائیں تو دنیا میں نہ سمائیں۔ دیکھو! یہ کتنا جھوٹ ہے۔ جو باتیں دنیا میں ہوئیں اور ہونے کے وقت سماگئیں وہ بعد میں کیونکر نہ سما سکتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائیں سب سے زیادہ قبول ہوئیں۔"

(ملفوظات جلد2 صفحہ 334)

عقل آسمانی نور کے بغیر بیکار شئے ہے

فرمایا:

"وہ آدمی جو کسی تریاقی صُحبت میں رہے اور اس طرح رہے جو رہنے کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اُس کو ایسے زہروں سے بچالیتا ہے اور یہ بات کہ انبیاء علیہم السلام کی یا آسمانی کتابوں کی ضُرورت کیوں ہوتی ہے؟ بہت صاف امر ہے۔ دیکھو! آنکھ میں بھی ایک روشنی اور نُور ہے۔ لیکن وہ سُورج کی روشنی کے بغیر دیکھ نہیں سکتی۔ آنکھ خدا نے دی ہے ساتھ ہی دوسری روشنی بھی پیدا کر دی ہے۔ کیونکہ یہ نور دوسرے نُور کا محتاج ہے۔ اسی طرح اپنی عقل جب تک آسمانی نُور اور بصیرت اُس کے ساتھ نہ ہو کچھ کام نہیں دے سکتی۔ نادان ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہم مجرّد عقل سے بھی کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ خُدا نے جو طریق مقرر کیا ہے۔ اس کو حقارت کی نگاہ سے مَت دیکھو۔ بہت سے اسرار اور اُمور ہیں جو مجھ پر کھولے گئے ہیں۔ اگر مَیں اُن کو بیان کروں تو خاص آدمیوں کے سوا جو صُحبت میں رہتے ہیں باقی حیران رہ جائیں۔

پس ان لوگوں کو دیکھ کر حیرت اور رونا آتا ہے جو کسی صادِق کی پاک صُحبت میں نہیں رہے۔ ان لوگوں کو جو ذاتیات پر اعتراض کرتے ہیں۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں وہ کوئی ایک اعتراض تو دکھائیں جو پہلے کسی نبی پر نہ کیا گیا ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو اعتراض آریوں نے کئے ہیں۔ کیا وُہ ان اعتراضوں سے جو مجھ پر ہوئے بڑھے ہوئے نہیں ہیں۔ حضرت مسیحؑ پر یہودیوں نے جس قدر اعتراض کئے ہیں یا آریوں نے کئے ہیں۔ وہ دیکھو! کس قدر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات پر جس قدر الزام لگائے جاتے ہیں۔ اُن کا تو شمار کرو۔ ہاں منہاج نبوت پر جو سِلسلہ قائِم ہوگا۔ ضرور ہے کہ اس پر ایسے الزام لگائے جائیں۔ مگر آخر خدا تعالیٰ اپنے مامُور مقبول اور مطہّر کی تطہیر کر دیتا ہے اور دکھا دیتا ہے کہ وہ ان الزاموں سے بالکل پاک ہے۔ مُعترض کی آنکھ اور دل نے دھوکا کھایا ہے۔ یہ لوگ جو اصل مقصد کو چھوڑ کر ذاتیات پر اعتراض کرنے لگے ہیں۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ خدا کا فرستادہ اپنے ساتھ دلائل اور براہین پر زور رکھتا ہے اس کی ہر ایک بات پکّی اور محکم ہوتی ہے اور ایسے تائیدی نشان اُس کے لئے ظاہر ہوتے ہیں کہ دوسرے اُن سے عاجِز رہ جاتے ہیں۔ اس لئے مخالف جب کوئی راہِ گُریز نہیں پاتے۔ تو رکیک عذر کرنے لگتے ہیں اور بیہودہ نکتہ چینیاں شروع کرتے ہیں جن میں سے اکثر تو افترا ہوتے ہیں اور بعض ایسے امور اور معاملات ہوتے ہیں کہ جو ان کے قصور فہم کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح پر جب ہمارے مخالفوں نے دیکھا کہ جو بات ہے وہ معقول ہے اور دلائل اور براہین کے ساتھ موکّد کی جاتی ہے پھر قرآن شریف ہمارے ساتھ ہے۔ احادیث ہمارے ساتھ ہیں۔ عقل اور قانُونِ قدرت ہماری تائید کرتے ہیں اور ان سب سے بڑھ کر ہزاروں آسمانی نشان ہماری تائید میں ظاہر ہوئے۔ وہ نشانات بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیشگوئی بیان فرمائے تھے پورے ہوئے اور ان کے علاوہ اور صدہا نشانات خود ہمارے ہاتھ پر پُورے ہوئے۔"

(ملفوظات جلد2 صفحہ 261-262)

سامعین! خدا نے غصّہ بے جا نہیں بنایا

فرمایا:

"غصّہ خدا نے بے جا نہیں بنایا۔ اس کا خراب استعمال بے جا ہے۔ کسی نے حضرت عمرؓ سے پُوچھا کہ کُفر کے وقت تم بڑے غُصّہ والے تھے۔ اب غُصّہ کا کیا حال ہے۔ فرمایا غُصّہ تو اب بھی وہی ہے۔ مگر پہلے اس کا استعمال بے جا تھا اب ٹھکانہ پر لگ گیا ہے۔ یہ اعتراض تو صانع پر ہوتا ہے کہ اس نے غُصّہ کی قوت کیوں بنائی۔ دراصل کوئی بھی قوّت بُری نہیں۔ بد استعمالی بُری ہے۔ قرآنِ شریف ہمیں انجیل کی طرح یہ حکم نہیں دیتا کہ خواہ مخواہ مار کھاتے رہو۔ ہماری شریعت کا یہ حکم ہے کہ موقع دیکھو۔ اگر نرمی کی ضرورت ہے خاک سے مِل جاؤ۔ اگر سختی کی ضرورت ہے سختی کرو۔ جہاں عفو سے صلاحیت پیدا ہوتی ہو وہاں عفو سے کام لو۔ نیک اور باحیا خدمتگار اگر قصور کرے تو بخش دو۔ مگر بعض ایسے خیرہ طبع ہوتے ہیں کہ ایک دن بخشو تو دوسرے دن دُگنا بگاڑ کرتے ہیں وہاں سزا ضروری ہے اور عملی طور پر انجیل میں سختی دکھائی گئی ہے۔ جہاں حضرت مسیحؑ نے مخالفین کو بے ایمانوں اور سانپوں کے بچے کہا ہے۔ خدا نے بھی جھوٹے پر لعنت کی ہے اور دیگر اس قسم کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔"

(ملفوظات جلد2 صفحہ 317)

قبر پختہ نہ بنائی جائے

ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ میرا بھائی فوت ہو گیا ہے۔ میں اس کی قبر پکّی بناؤں یا نہ بناؤں؟ فرمایا۔

”اگر نمود اور دکھلاوے کے واسطے پکّی قبریں اور نقش و نگار اور گُنبد بنائے جائیں تو یہ حرام ہے۔ لیکن اگر خشک مُلا کی طرح یہ کہا جائے کہ ہر حالت اور ہر مقام میں کچّی ہی اینٹ لگائی جائے تو یہ بھی حرام ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ۔ عمل نیت پر موقوف ہے۔ ہمارے نزدیک بعض وجوہ میں پکّی کرنا درست ہے۔ مثلاً بعض جگہ سَیلاب آتا ہے۔ بعض جگہ قبر میں سے میّت کو کُتّے اور بجّو وغیرہ نکال لے جاتے ہیں۔ مُردے کے لئے بھی ایک عزّت ہوتی ہے۔ اگر ایسے وجوہ پیش آجائیں تو اس حد تک نمود اور شان نہ ہو بلکہ صدمہ سے بچانے کے واسطے قبر کا پکّا کرنا جائز ہے۔ اللہ اور رسولؐ نے مومن کی لاش کے واسطے بھی عزّت رکھی ہے ورنہ عزّت ضروری نہیں تو غُسل دینے، کفن دینے، خوشبُو لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ مجُوسیوں کی طرح جانوروں کے آگے پھینک دو۔ مومن اپنے لئے ذلّت نہیں چاہتا۔ حفاظت ضروری ہے۔ جہاں تک نیّت صحیح ہے۔ خدا تعالیٰ مؤاخذہ نہیں کرتا۔ دیکھو! مصلحتِ الٰہی نے یہی چاہا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کا پُختہ گنبد ہو اور کئی بزرگوں کے مقبرے پُختہ ہیں۔ مثلاً نظام الدین، فرید الدین، قطب الدین، معین الدین رحمۃ اللہ علیہم۔ یہ سب صلحاء تھے۔“

(ملفوظات جلد 2۔ صفحہ 292-293)

حقیقی بیعت

فرمایا:

”بیعت کے معنے ہیں اپنے تئیں بیچ دینا اور یہ ایک کیفیت ہے جس کو قلب محسوس کرتا ہے جبکہ انسان اپنے صِدق اور اخلاص میں ترقی کرتا کرتا اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اس میں یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو وہ بَیعت کے لئے خود بخود مجبور ہو جاتا ہے اور جب تک یہ کیفیت پیدا نہ ہو جائے تو انسان سمجھ لے کہ ابھی اس کے صِدق اور اخلاص میں کمی ہے۔“

(ملفوظات جلد 2۔ صفحہ 294)

سامعین! تصویر کھنچوانے کی وجہ تسمیہ

فرمایا:

”یہ تو دوسرے کی نیّت پر حملہ ہے۔ مَیں نے بہت مرتبہ بیان کیا ہے کہ تصویر سے ہماری غرض کیا تھی۔ بات یہ ہے کہ چونکہ ہم کو بلادِ یُورپ خصوصاً لنڈن میں تبلیغ کرنی منظور تھی۔ لیکن چونکہ یہ لوگ کسی دعوت یا تبلیغ کی طرف توجہ نہیں کرتے جب تک داعی کے حالات سے واقف نہ ہوں اور اس کے لئے اُن کے ہاں عِلمِ تصویر میں بڑی بھاری ترقی کی گئی ہے۔ وہ کسی شخص کی تصویر اور اس کے خط و خال کو دیکھ کر رائے قائم کر لیتے ہیں کہ اس میں راستبازی، قوّتِ قدسی کہاں تک ہے؟ اور ایسا ہی بہت سے امور کے متعلق انہیں اپنی رائے قائم کرنے کا موقعہ مِل جاتا ہے۔ پس اصل غرض اور نیّت ہماری اس سے یہ تھی جس کو ان لوگوں نے جو خوانخواہ ہر بات میں مخالفت کرنا چاہتے ہیں۔ اس کو بُرے بُرے پیرایوں میں پیش کیا اور دُنیا کو بہکایا۔ مَیں کہتا ہوں کہ ہماری نیّت تو تصویر سے صرف اتنی ہی تھی۔ اگر یہ نفسِ تصویر کو ہی بُرا سمجھتے ہیں تو پھر کوئی سِکّہ اپنے پاس نہ رکھیں بلکہ بہتر ہے کہ آنکھیں بھی نکلوا دیں کیونکہ اُن میں بھی اشیاء کا ایک انعکاس ہی ہوتا ہے۔

یہ نادان اتنا نہیں جانتے کہ افعال کی تہ میں نیّت کا بھی دخل ہے۔ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیّاتِ پڑھتے ہیں مگر سمجھتے نہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص محض ریاکاری کے لئے نماز پڑھے تو اس کو یہ کوئی مستحسن قرار دیں گے؟ سب جانتے ہیں کہ ایسی نماز کا فائدہ کچھ نہیں۔ بلکہ وبالِ جان ہے تو کیا نماز بُری تھی؟ اس کے بد استعمال نے اس کے نتیجہ کو بُرا پیدا کیا۔ اسی طرح پر تصویر سے ہماری غرض تو اسلام کی دعوت میں مدد لینا تھی۔ جو اہل یورپ کے مذاق پر ہو سکتی تھی۔ اس کو تصویر شیخ بنانا اور کچھ سے کچھ کہنا افتراء ہے۔ جو مسلمان ہیں اُن کو اس پر غصّہ نہیں آنا چاہئے تھا۔ جو کچھ خدا اور رسولؐ نے فرمایا ہے وہ حق ہے۔ اگر مشائخ کا قول خدا اور رسول کے فرمُودہ کے موافق نہیں تو کالائے بدبریش خاوند، تصوّرِ شیخ کی بابت پُوچھو تو اس کا کوئی پتہ نہیں۔ اصل یہ ہے کہ صالحین اور فانین فی اللہ کی محبت ایک عُمدہ شے ہے۔ لیکن حفظِ مراتب ضروری ہے۔

گر حفظِ مراتب نہ کُنی زندیقی

پس خدا کو خدا کی جگہ رسول کو رسول کی جگہ سمجھو اور خدا کے کلام کو دستور العمل ٹھہرالو۔ اس سے زیادہ قرآنِ شریف میں اَور کچھ نہیں کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۔ پس صادقوں اور فانی فی اللہ کی صُحبت تو ضروری ہے اور یہ کہیں نہ کہا گیا کہ تم اُسے ہی سب کچھ سمجھو اور یا قرآن شریف میں یہ حکم ہے۔ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ

يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰہُ۔اس میں یہ نہیں کہا گیا کہ مجھے خدا سمجھ لو۔بلکہ یہ فرمایا کہ اگر خدا کے محبوب بننا چاہتے ہو تو اس کی ایک ہی راہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو۔اتباع کا حکم تو دیا ہے۔مگر تصوّرِ شیخ کا حکم قرآن میں نہیں پایا جاتا۔

سوال۔جو تصّور شیخ کرتے ہیں وہ کہتے ہیں ہم شیخ کو خدا نہیں سمجھتے۔فرمایا:

”مانا کہ وہ ایسا کہتے ہیں مگر بُت پرستی تو شروع ہی تصوّر سے ہوتی ہے۔بُت پرست بھی بڑھتے بڑھتے ہی اس درجہ تک پہنچا ہے۔پہلے تصوّر ہی ہو گا۔پھر یہ سمجھ لیا کہ تصوّر قائم رکھنے کے لئے بہتر ہے۔تصویر بنالیں اور پھر اس کو ترقی دیتے دیتے پتھر اور دھاتوں کے بُت بنانے شروع کر دئے اوراُن کو تصاویر کا قائم مقام بنالیا۔آخر یہاں تک ترقی کی کہ اُن کی روحانیت کو اَور وسیع کرکے اُن کو خدا ہی مان لیا۔اب نِرے پتھر ہی رکھ لیتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ منتر کے ساتھ اُن کو درست کر لیتے ہیں اور پرمیشر کا حلُول ان پتھروں میں ہو جاتا ہے۔اس منتر کا نام انہوں نے آواہن رکھا ہوا ہے۔مَیں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ میرے ہاتھ میں ایک کاغذ ہے۔مَیں نے ایک شخص کو دیا کہ اسے پڑھو۔تو اس نے کہا کہ اس پر آواہن لکھا ہوا ہے۔مجھے اس سے کراہت آئی۔مَیں نے اُسے کہا تُو مجھے دکھا۔جب مَیں نے پھر ہاتھ میں لے کر دیکھا تو اس پر لکھا ہوا تھا۔اَرَدۡتُ اَنۡ اَسۡتَخۡلِفَ فَخَلَقۡتُ اٰدَمَ۔اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا خلیفہ جو ہوتا ہے ردائے الٰہی کے نیچے ہوتا ہے۔اسی لئے آدمؑ کے لئے فرمایا۔نَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ۔اسی طرح پر غلطیاں پیدا ہوتی گئیں۔اصول کو نہ سمجھا۔کچھ کا کچھ بگاڑ کر بنالیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ شرک اور بُت پرستی نے اُس کی جگہ لے لی۔ہماری تصویر کی اصل غرض وُہی تھی جو ہم نے بیان کر دی کہ لنڈن کے لوگوں کو اطلاع ہو اور اس طرح پر ایک اشتہار ہو جائے۔“

(ملفوظات جلد2 صفحہ 364-366)

سامعین! قلب جاری ہونے کا مسئلہ

فرمایا:

”غرض تصوّرِ شیخ کا مسئلہ ہندوؤں کی ایجاد اور ہندُوؤں ہی سے لیا گیا ہے۔چنانچہ قلب جاری ہونے کا مسئلہ بھی ہندوؤں ہی سے لیا گیا ہے۔قرآن میں اس کا ذکر نہیں۔اگر اللہ تعالیٰ کی اصل غرض انسان کی پیدائش سے یہ ہوتی۔تو پھر اتنی بڑی تعلیم کی کیا ضرورت تھی۔صرف اجرائے قلب کا مسئلہ بتا کر اس کے طریقے بتا دیئے جاتے۔مجھے ایک شخص نے معتبر روایت کی بنا پر بتایا کہ ہندُو کا قلب رام رام پر جاری تھا۔ایک مسلمان اس کے پاس گیا۔اس کا قلب بھی رام رام پر جاری ہو گیا۔یہ دھوکا نہیں کھانا چاہئے۔رام خدا کا نام نہیں ہے۔دیانند نے بھی اس پر گواہی دی ہے کہ یہ خدا کا نام نہیں ہے۔قلب جاری ہونے کا دراصل ایک کھیل ہے جو سادہ لوح جُہلا کو اپنے دام میں پھنساتے کے لئے کیا جاتا ہے۔اگر لوٹا لوٹا کہا جاوے تو اس پر بھی قلب جاری ہو سکتا ہے۔اگر اللہ کے ساتھ ہو تو پھر وہی بولتا ہے۔یہ تعلیم قرآن نے نہیں دی ہے بلکہ اس سے بہتر تعلیم دی ہے۔اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ۔خدا یہ چاہتا ہے کہ سارا وجود ہی قلب ہو جاوے ورنہ اگر وجود سے خدا کا ذکر جاری نہیں ہوتا تو ایسا قلب قلب نہیں بلکہ کلب ہے۔

خدا یہی چاہتا ہے کہ خدا میں فنا ہو جاؤ اور اس کے حُدود و شرائع کی عظمت کرو۔قرآن فناء نظری کی تعلیم دیتا ہے۔مَیں نے آزما کر دیکھا ہے کہ قلب جاری ہونے کی صرف ایک مشق ہے جس کا انحصار صلاح و تقویٰ پر نہیں ہے۔ایک شخص منٹگمری یا ملتان کے ضلع کا مجھے چیف کورٹ میں ملا کرتا تھا۔اسے اجرائے قلب کی خوب مشق تھی۔پس میرے نزدیک یہ کوئی قابل وقعت بات نہیں اور خدا تعالیٰ نے اس کو کوئی عزت اور وقعت نہیں دی۔خدا تعالیٰ کا منشاء اور قرآن شریف کی تعلیم کا مقصد صرف یہ تھا۔قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰھَا۔کپڑا جب تک سارا نہ دھویا جاوے وہ پاک نہیں ہو سکتا۔اسی طرح پر انسان کے سارے جوارح جو اس قابل ہیں کہ وہ دھوئے جاویں کسی ایک کے دھونے سے کچھ نہیں ہوتا۔اس کے سوا یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خدا کا سنوارا ہوا بگڑتا نہیں مگر انسان کی بناوٹ بگڑ جاتی ہے۔ہم گواہی دیتے ہیں اور اپنے تجربہ کی بناء پر گواہی دیتے ہیں کہ جب تک انسان اپنے اندر خدا تعالیٰ کی مرضی اور سُنّت نبوی کے موافق تبدیلی نہیں کرتا اور پاکیزگی کی راہ اختیار نہیں کرتا تو خواہ اس کے قلب سے ہی آواز آتی ہو۔وہ زہر جو انسان کی رُوحانیت کو ہلاک کر دیتی ہے۔دُور نہیں ہو سکتی۔رُوحانیت کے نشوونما اور زندگی کے لئے صرف ایک ہی ذریعہ خدا تعالیٰ نے رکھا ہے اور وہ اتباع رسُولؐ ہے۔جو لوگ قلب جاری ہونے کے شُعبدے لئے پھرتے ہیں۔انہوں نے سُنّت نبوی کی سخت توہین کی ہے۔کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی انسان دنیا میں گزرا ہے۔پھر غارِ حرا میں بیٹھ کر وہؐ قلب جاری ہونے کی مشق کیا کرتے تھے۔یا فنا کا طریق آپؐ نے اختیار کیا ہوا تھا۔پھر آپؐ کی ساری زندگی میں کہیں اس امر کی کوئی نظیر نہیں ملتی کہ آپؐ نے صحابہؓ کو یہ تعلیم دی ہو کہ تم قلب جاری کرنے کی مشق کرو اور کوئی ان قلب جاری والوں میں

سے پتہ نہیں دیتا اور کبھی نہیں کہتا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی قلب جاری تھا۔ یہ تمام طریق جن کا قرآن شریف میں کوئی ذکر نہیں۔ انسانی اختراع اور خیالات ہیں جن کا نتیجہ کبھی کچھ نہیں ہوا۔ قرآن شریف اگر کچھ بتاتا ہے تو یہ کہ خُدا سے یُوں محبت کرو۔ اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ کے مصداق بنو۔ اور فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ پر عمل کرو اور ایسی فناء اتم تم پر آجاوے کہ تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا کے رنگ سے تم رنگین ہو جاؤ اور خدا تعالیٰ کو سب چیزوں پر مقدم کر لو۔ یہ امور ہیں جن کے حصول کی ضرورت ہے۔ نادان انسان اپنے عقل اور خیال کے پیمانہ سے خدا کو ناپنا چاہتا ہے اور اپنی اختراع سے چاہتا ہے کہ اس سے تعلق پیدا کرے اور یہ ناممکن ہے۔

پس میری نصیحت یہی ہے کہ ان خیالات سے بالکل الگ رہو اور وہ طریق اختیار کرو جو خدا تعالیٰ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور اپنے طرزِ عمل سے ثابت کر دکھایا کہ اسی پر چل کر انسان دنیا اور آخرت میں فلاح اور فوز حاصل کر سکتا ہے اور صحابہؓ کو جس کی تعلیم دی۔ پھر وقتاً فوقتاً خدا کے برگزیدوں نے سُنّتِ جاریہ کی طرح اپنے اعمال سے ثابت کیا اور آج بھی خُدا نے اسی کو پسند کیا۔ اگر خدا تعالیٰ کا اصل منشاء یہی ہوتا تو ضرور تھا کہ آج بھی جب اس نے ایک سلسلہ گمشدہ صداقتوں اور حقائق کے زندہ کرنے کے لئے قائم کیا یہی تعلیم دیتا اور میری تعلیم کا مُنتہاء یہی ہوتا۔ مگر تم دیکھتے ہو کہ خدا نے ایسی تعلیم نہیں دی ہے بلکہ وہ تو قلبِ سلیم چاہتا ہے۔ وہ محُسنوں اور متقیوں کو پیار کرتا ہے۔ اُن کا ولی ہوتا ہے۔ کیا سارے قرآن میں ایک جگہ بھی لکھا ہوا ہے کہ وہ اُن کو پیار کرتا ہے کہ جن کے قلب جاری ہوں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ محض خیالی باتیں اور کھیلیں ہیں جن کا اصلاح نفس اور رُوحانی اُمور سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے بلکہ ایسے کھیل خدا سے بُعد کا موجب ہو جاتے ہیں اور انسان کے عملی حصّہ میں مُضر ثابت ہوتے ہیں۔ اس لئے تقویٰ اختیار کرو۔ سُنّتِ نبوی کی عزت کرو اور اس پر قائم ہو کر دکھاؤ جو قرآن شریف کی تعلیم کا اصل فخر یہی ہے۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 366-369)

سامعین! تخلّفِ وعدہ نہ کریں

حضورؑ فرماتے ہیں:

"ہماری رائے تو یہی ہے جس کی آنکھیں دیکھتی ہیں۔ ترقی کی ایک ہی راہ ہے کہ خدا کو پہچانیں اور اس پر زندہ ایمان پیدا کریں۔ اگر ہم اِن باتوں کو اُن دنیا پرستوں کی مجلس میں بیان کریں تو وہ ہنسی میں اڑادیں۔ مگر ہم کو رحم آتا ہے کہ افسوس یہ لوگ اُس کو نہیں دیکھ سکتے جو ہم دیکھتے ہیں۔ آپ کو چونکہ خدا تعالیٰ نے موقعہ دیا ہے کہ اس قدر دُور دراز کا سفر اختیار کر کے اور راستہ کی تکلیف اٹھا کر آئے ہیں۔ مَیں سمجھتا ہوں اگر ایمان قوّت کی تحریک نہ ہوتی تو اس قدر تکلیف برداشت نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے اور اس قوّت کو ترقی دے تا کہ آپ کو وہ آنکھ عطا ہو کہ آپ اس روشنی اور نُور کو دیکھ سکیں جو اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دُنیا پر نازل کیا ہے۔ بعض اوقات انسان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ کہیں جاتا ہے اور پھر جلد چلا آتا ہے۔ مگر اس کے بعد اس کی رُوح میں دوسرے وقت اضطراب ہوتا ہے۔ کہ کیوں چلا آیا۔ ہمارے دوست آتے ہیں اور اپنی مجبُوریوں کی وجہ سے جلد چلے جاتے ہیں۔ لیکن پیچھے ان کو حسرت ہوتی ہے کہ کیوں جلد واپس آئے۔

(یہاں مولوی سید مہدی حسین صاحب نے کہا۔ کہ میرا ابھی یقیناً یہی حال ہو گا۔ اگر مَیں نواب محسن الملک صاحب اور دوسرے دوستوں کو تار نہ دے چکا ہوتا تو مَیں اَور ٹھہرتا)

بہر حال مَیں نہیں چاہتا کہ آپ تخلّفِ وعدہ کریں اور جبکہ اُن کو اطلاع دے چکے ہیں تو ضرور جانا چاہئے۔ لیکن مَیں امید کرتا ہوں کہ آپ پھر آئیں گے۔ مَیں محض لِلّٰہ اور نصیحتًا کہتا ہوں کہ آپ ایک دو ہفتہ تک کم از کم کسی دوسرے موقع پر یہاں رہ جائیں تو آپ کو بہت فائدہ ہو گا۔ آپ وہ باتیں سُنیں گے جن کے سُنانے کے لئے خدا نے مجھے بھیجا ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اس وقت کافر یہی رائے لگاتے تھے۔ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ۔ میاں! یہ تو دوکانداری ہے۔ مخالف جس کو صحبت نصیب نہیں ہوتی۔ اس کو صحیح رائے نہیں ملِتی اور دُور سے رائے لگانا صحیح نہیں۔ کیونکہ جب تک وہ پاس نہیں آتا اور حالات پر اطلاع نہیں پاتا۔ کیونکر صحیح رائے حاصِل کر سکتا ہے۔

مَیں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو بُنیاد اس وقت ایک سلسلۂ آسمانی کی رکھی ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ یہ سلسلہ بالکل منہاج نبوّت پر قائم ہوا ہے۔ اس کا پتہ اس طرز پر لگ سکتا ہے۔ جس طرح پر انبیاء علیہم السلام کے سلسلوں کی حقّانیت معلوم ہوئی اور وہ راہ ہے صُحبت میں صبر اور حُسنِ ظنّ سے رہنے کی۔ مخالفوں کو چونکہ اسباب نہیں ملتے۔ اس لئے وہ صحیح رائے اور یقینی نتیجہ پر پہنچ نہیں سکتے۔ انسان جب تک ان طرح طرح کے خیالات اور راؤں کے پردوں کو چیر کر نہیں نِکل آتا اس کو سچّی معرفت، قوّت اور مردانگی نہیں مِل سکتی۔ خوش قسمت وہی انسان ہے جو ایسے مردانِ خدا کے پاس رہ کر (جن کو اللہ تعالیٰ اپنے وقت پر بھیجتا ہے) اس غرض اور مقصد کو حاصِل

کرے جس کے لئے وہ آتے ہیں۔ ایسے لوگ اگرچہ تھوڑے ہوتے ہیں لیکن ہوتے ضرور ہیں۔ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ۔ اگر تھوڑے نہ ہوتے تو پھر بے قدری ہو جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ سونا چاندی لوہے اور ٹین کی طرح عام نہیں ہے۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 159-161)

جہنم کیا ہے؟

حضورؑ فرماتے ہیں:

"اب سمجھنا چاہئے کہ جہنم کیا چیز ہے؟ ایک جہنم تو وہ ہے جس کا مَرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا ہے اور دُوسرے یہ زندگی بھی اگر خدا تعالیٰ کے لئے نہ ہو تو جہنم ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے انسان کا تکلیف سے بچانے اور آرام دینے کے لئے متولیّ نہیں ہوتا۔ یہ خیال مت کرو کہ کوئی ظاہر دولت یا حکومت، مال و عزّت، اولاد کی کثرت کسی شخص کے لئے کوئی راحت یا اطمینان، سکینت کا مُوجب ہو جاتی ہے اور وہ دَم نقد بہشت ہی ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ وہ اطمینان اور وہ تسلّی اور وہ تسکین جو بہشت کی انعامات میں سے ہیں۔ ان باتوں سے نہیں ملتی وہ خدا ہی میں زندہ رہنے اور مرنے سے مل سکتی ہے جس کے لئے انبیاء علیہم السلام خصوصاً ابراہیم اور یعقوب علیہم السلام کی ہی وصیت تھی کہ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ لذّاتِ دُنیا تو ایک قسم کی ناپاک حِرص پَیدا کر کے طلب اور پیاس کو بڑھا دیتی ہیں۔ اِستقاء کے مریض کی طرح پیاس نہیں بُجھتی۔ یہاں تک وُہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ پس یہ بے جا آرزُوں اور حسرتوں کی آگ بھی منجملہ اسی جہنم کی آگ کے ہے۔ جو انسان کے دل کو راحت اور قرار نہیں لینے دیتی بلکہ اُس کو ایک تذبذب اور اضطراب میں غلطان و پیچان رکھتی ہے۔ اس لئے میرے دوستوں کی نظر سے یہ امر ہرگز پوشیدہ نہ رہے کہ انسان مال و دولت یا زن و فرزند کی محبت کے جوش اور نشے میں ایسا دیوانہ اور از خود رفتہ نہ ہو جاوے کہ اُس میں اور خدا تعالیٰ میں ایک حجاب پَیدا ہو جاوے۔ مال اور اولاد اسی لئے تو فِتنہ کہلاتی ہے۔ اُن سے بھی انسان کے لئے ایک دوزخ تیار ہوتا ہے اور جب وہ اُن سے الگ کیا جاتا ہے تو سخت بے چینی اور گھبراہٹ ظاہر کرتا ہے اور اس طرح پر یہ بات کہ نَارُاللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ (الھمزۃ: 7-8)۔ منقولی رنگ میں نہیں رہتا بلکہ معقولی شکل اختیار کرلیتا ہے پس یہ آگ جو انسانی دل کو جَلا کر کباب کر دیتی ہے اور ایک جلے ہوئے کوئلے سے بھی سیاہ اور تاریک بنا دیتی ہے۔ یہ وُہی غیر اللہ کی محبّت ہے۔

دو چیزوں کے باہم تعلق اور رگڑ سے ایک حرارت پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح پر انسان کی محبت اور دنیا اور دنیا کی چیزوں کی محبت کی رگڑ سے الٰہی محبت جَل جاتی ہے اور دل تاریک ہو کر خُدا سے دُور ہو جاتا اور ہر قسم کی بے قراری کا شکار ہو جاتا ہے۔ لیکن جبکہ دُنیا کی چیزوں سے جو تعلق ہو وُہ خدا میں ہو کر ایک تعلق ہو اور اُن کی محبت، خدا کی محبت میں ہو کر ہو۔ اُس وقت باہمی رگڑ سے غیر اللہ کی محبت جَل جاتی ہے اور اس کی جگہ ایک رَوشنی اور نُور بھر دیا جاتا ہے۔ پھر خُدا کی رضا اُس کی رضا اور اُس کی رضا خدا کی رضا کا منشاء ہو جاتا ہے۔ اس حالت پر پہنچ کر خُدا کی محبت اس کے لئے بمنزلہ جان ہوتی ہے اور جس طرح زندگی کے واسطے لوازِم زندگی ہیں۔ اُس کی زندگی کے واسطے خدا اور صرف خدا ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یُوں کہہ سکتے ہیں کہ اُس کی خوشی اور راحت خدا ہی میں ہوتی ہے۔ پھر دُنیا داروں کے نزدیک اگر اُسے کوئی رنج اور کرب پہنچے تو پہنچے۔ لیکن اصل یہی بات ہے کہ اس ہمّ و غم میں بھی وہ اطمینان اور سکینت سے الٰہی لذّت لیتا ہے جو کسی دُنیا دار کی نظر کے بڑے سے بڑے فارغ البال کو بھی نصیب نہیں۔

بر خلاف اس کے جو کُچھ حالت انسان کی ہے۔ وہ جہنم ہے گویا خُدا تعالیٰ کے سوا زندگی بسر کرنا یہ بھی جہنم ہے۔

پھر حدیث شریف سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ تَپ بھی حرارتِ جہنم ہی ہے۔ امراض اور مصائب جو مختلف قسم کے انسان کو لاحق حال ہوتے ہیں۔ یہ بھی جہنم ہی کا نمونہ ہوتے ہیں اور یہ اس لئے کہ تا دوسرے عالَم پر گواہ ہوں اور جزا و سزا کے مسئلہ کی حقیقت پر دلیل ہوں اور کفارہ جیسے لغو مسئلہ کی تردید کریں۔ مثلاً جذام ہی کو دیکھو کہ اعضاء گر گئے ہیں اور رقیق مادہ اعضاء سے جاری ہے۔ آواز بیٹھ گئی ہے۔ ایک تو یہ بجائے خود جہنم ہے۔ پھر لوگ نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ جاتے ہیں۔ عزیز سے عزیز بیوی، فرزند، ماں باپ تک کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ بعض اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ بعض اَور خطرناک امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پتھریاں ہو جاتی ہیں اور پیٹ میں رسولیاں ہو جاتی ہیں۔ یہ ساری بلائیں اس لئے انسان پر آتی ہیں کہ وہ خدا سے دُور ہو کر زندگی بسر کرتا ہے اور اُس کے حضور شوخی اور گستاخی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کی عزّت اور پرواہ نہیں کرتا ہے۔ اُس وقت ایک جہنم پیدا ہو جاتا ہے۔

اب پھر مَیں اصل مطلب کی طرف رجُوع کر کے کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے جہنم کے لئے اکثر انسانوں جنّوں کو پیدا کیا ہے اور پھر فرمایا کہ وہ جہنّم اُنہوں نے خود ہی بنالیا ہے۔ اُن کو جنّت کی طرف بُلایا جاتا ہے۔ پاک دل پاکیزگی سے باتیں سُنتا ہے اور ناپاک خیال انسان اپنی کورانہ عقل پر عمل کر لیتا ہے۔ پس آخرت کا جہنم بھی ہو گا اور دُنیا کے جہنم سے بھی مخلصی اور رہائی نہ ہو گی۔ کیونکہ دنیا کا جہنم تو اس جہنم کے لئے بطور دلیل اور ثبوت کے ہے۔“

(ملفوظات جلد2 صفحہ 101-103)

اللہ تعالیٰ اِن نصائح پر ہمیں عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)